بسم اللہ الرحمن الرحیم

نظرات

اس ماهنامے کی طباعت و اشاعت کے سلسلے میں خوب سے خوب تر کی جستجو میں هم پچھلے چند ماہ کے اندر کئی تجربے کر چکے هیں - هم نے اسے پہلے کئی مہینے تک ٹائپ میں شائع کیا - لیکن ٹائپ کی چند در چند دقتوں کے باعث هم لیتھو کی چھپائی کی طرف مائل هو گئے - بعد میں لیتھو کی طباعت کی بدنمائی کو کم کرنے کے لئے هم نے تصاویر کا اضافه کیا - لیکن حسن طباعت کا جو معیار هم چاهتے تھے لیتھو کے ذریعه هم اسے حاصل نه کر سکے - اس لئے هم پھر اس ماهنامے کو ٹائپ میں شائع کر رهے هیں - ساتھ هی تصاویر کا اضافه بھی جاری رهیگا - امید هے که قارئین کرام همارے اس فیصلے کو سراهینگے - ٹائپ کی چھپائی بعض اصحاب کے لئے نا مانوس هے - کیونکه اردو خواں اصحاب کی آنکھیں نستعلیق خط سے مانوس هیں - لیکن همیں یقین هے که همارے قارئین کے لئے جو قرآن اور قرآنی علوم کے دلداده هوں، نسخ کا قرآنی خط عین مرغوب هو گا -

---

طلب ، تلاش اور تحقیق ـ یہ ہمارے ادارے کے بنیادی مقاصد ہیں - ہدایت کی مسلسل جستجو ، ہمارے نزدیک ، اسلام کی تعلیم کا مرکزی نقطہ اور اھدنا الصراط المستقیم سچے مسلمان کی تمناؤں کا ماحصل ہے -

ہدایت کی یہی جستجو ، تجربوں سے سیکھنے کی یہی لگن ، جب علمی پیرایہ اختیار کرتی ہے تو اسے سائنسی جذبہ سے تعبیر کیا جاتا ہے - جس پر موجودہ دور کی ساری ترقی کا دارومدار ہے - اس لئے یہ کہنا شاید غلط نہ ہو کہ اھدنا الصراط المستقیم کی (ایک خاص پہلو سے) علمی و عملی تفسیرهی نے چاند اور مریخ تک پہنچنے کی راہیں کھول دی ہیں -

فکر و فلسفہ کی تاریخ لکھنے والے یہ بتاتے ہیں کہ استقراء و تجربہ کی یہ روح مسلمانوں کے ذریعہ بیدار ہوئی اور سائنسی جذبہ کی بنیاد رکھنے والے مسلمان فلاسفہ و متکلمین ہی تھے - لیکن بنیادیں تو زیر زمین ہوتی ہی ہیں- افسوس یہ ہے کہ اب بانی بھی تہ خاک ہیں - ان بنیادوں پر عظیم الشان عمارتیں تیار کرنے کا شرف مغرب کو حاصل ہوا اور ہم مسلمان اپنے اسلاف کی اس میراث سے بالکل بیگانہ ہو گئے - ہم نے تحقیق کی جگہ تقلید ، استقراء کی جگہ استدلال ، تجربہ کی جگہ قیاس و تخمین اور طالبانہ عجز و انکسار کی جگہ قائدانہ تعلی و تکبر اختیار کر لیا اور اب اسی کو دین و ایمان قرار دے رکھا ہے - اس کا نتیجہ یہ ہے کہ ہم جو کبھی اس دنیا میں انعمت علیہم کے مصداق تھے المغضوب علیہم میں شمار کئے جانے لگے ہیں - رہی آخرت تو قرآن حکیم کی اس وعید کو سامنے رکھتے ہوئے کہ

وَمَن كَانَ فِي هَٰذِهِ أَعْمَىٰ فَهُوَ فِي الْآخِرَةِ أَعْمَىٰ وَأَضَلُّ سَبِيلًا ﴿٧٢﴾

جو شخص اس دنیا میں اندھا رہے گا ، وہ آخرت میں بھی اندھا ہوگا اور وہ گم کردہ راہ ہے - (سورہ بنی اسرائیل' آیت ۷۲-)

اور قوم کے اسلامی تو درکنار عام انسانی اخلاقی معیار کو دیکھتے ہوئے، اس بارے میں اپنے آپ کو دھوکہ دینا ذرا مشکل ہی ہے - ویسے ڈھٹائی کی بات اور ہے -

به این همه مقام مسرت ہے کہ اب ملت میں اصلاح احوال کی خواہش بیدار ہو چکی ہے۔ عوام اپنے حالات سے مطمئن ہر گز نہیں - آج سے تقریباً نصف صدی قبل حالی نے اپنی مسدس میں قوم کی جس بے حسی کا رونا رویا تھا وہ یقیناً ختم ہو چکی ہے - ہمارے معاشرے میں تیزی سے تبدیلیاں رونما ہو رہی ہیں -عوام ان تبدیلیوں کے فوری اثرات اور ان کے رجحانات دونوں کے بارے میں غیر مطمئن ہیں - لیکن اس کے باوجود ان کے اختیار کرنے سے چنداں گریز بھی نہیں کر رہے ہیں - ان کی یہ بے اطمینانی اور اس کے ساتھ ساتھ ان کی وہ طبعی لچک جو انہیں اس عدم اطمینان کے باوجود معاشرتی تبدیلیوں کو اختیار کرنے پر مجبور کر رہی ہے - یہ دونوں بہت خوش آئند علامتیں ہیں - ان سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ قوم کا قلب عام انحطاط سے یقیناً محفوظ ہے -

ملت کی اس روحانی بے اطمینانی کی صحیح تربیت وقت کی اہم ترین ضرورت ہے - اسے بہ آسانی جذبۂ تحقیق میں تبدیل کیا جاسکتا ہے - طلب ہدایت کی لگن ان میں دوبارہ پیدا کی جاسکتی ہے - ہمارے نزدیک اسلام اور مسلمانوں کی اس وقت بھی سب سے بڑی خدمت ہے -

---

خدمت کے اس خاص طریقے کو اپنانے کا نتیجہ یہ ہے کہ ہمارا یہ ماہنامہ پورے ایک سال خالصۃً اسلامی موضوعات پر گراں قدر مقالات پیش کرتے رہنے کے باوجود عرف عام میں ''دینی پرچہ'' نہیں بننے پایا - بلکہ خالص '' علمی پرچہ '' ہے - بعض حلقوں میں اسلامی مسائل پر علمی طرز فکر کو مغرب کے مستشرقین کے ساتھ مختص کردیا گیا ہے - اس لئے یہ بھی کہا جاتا ہے کہ ہم پر مستشرقین کا رنگ غالب ہے - ہم اس خراج تحسین پر نازاں اور اپنے ان مداحوں کے شکر گزار ہوتے، لیکن ہمیں اس بات کا دکھ ہے کہ اسلام اور مسلمانوں کے مسائل پر علمی تحقیق کو ہمارے ان بزرگوں نے اغیار کی

جاگیر قرار دے دیا ہے اور جسے بارگاہ رسالت نے ضالۃالمومن (مومن کی گمشدہ چیز) کہا تھا وہ ان حضرات کے نزدیک اجارہ کافر ہے ۔

ایک وہ زمانہ تھا جب کہ ہم میں شہرستانی ، ابن حزم ، البیرونی اور محسن فانی جیسے محققین پیدا ہوتے تھے ۔ جو دوسرے مذاہب کے بارے میں گہری معلومات رکھتے تھے ۔ اور ان پر خالص علمی نقطہ نظر سے بحثیں کرتے تھے ۔ وہ اپنے زمانے کے مستشرقین ہی تو تھے ۔ چنانچہ ان میں سے البیرونی کو یورپ دنیا کا سب سے پہلا مستشرق مانتا ہے ۔ ہمیں اپنے ان مستشرقین کی روایات کو پھر سے زندہ کرنا چاہئے ۔ ہمیں چاہئے کہ مغربی مستشرقین کو طعنہ دینے کی بجائے ہم خود مغرب کی مسیحی تہذیب کا ویسا ہی علمی ، بے لاگ اور معروضی تجزیہ کریں ، جیسا کہ البیرونی نے اپنے زمانے کے ہندوستان کی ہندو تہذیب کا تجزیہ کیا تھا ۔ استشراق — بلکہ مولانا عبدالماجد دریا بادی کی زبان میں " فتنہ استشراق " کے معارضے کی واحد صورت ہمارے نزدیک یہی ہے ۔ طعن و تشنیع سے قطعاً کام نہیں نکلیگا ۔

نکالا چاہتا ہے کام کیا طعنوں سے تو غالب
ترے بے مہر کہنے سے وہ تجھ پر مہرباں کیوں ہو

لیکن یورپ کے اس علمی تجزیے سے پہلے ہمیں اپنے موجودہ معاشرے اور گذشتہ تاریخ کا تعمیری ، مثبت اور معروضی محاسبہ کرنا چاہئے ۔ اس لئے کہ ہمیں اپنے ہی اعمال کا جواب دہ ہونا ہے ۔ مغرب کی بداعمالیوں کی پرسش ہم سے نہیں ہوگی ۔

لَهَا مَا كَسَبَتْ وَلَكُم مَّا كَسَبْتُمْ ۖ وَلَا تُسْأَلُونَ عَمَّا كَانُوا يَعْمَلُونَ ﴿١٣٤﴾

ان کے لئے ہے جو انہوں نے (اچھا) کیا اور تمہارے لئے ہے جو تم نے (اچھا) کیا
کیا اور تم سے نہیں پوچھا جائیگا کہ وہ کیا کرتے رہے تھے ۔ (سورہ بقرہ، آیت ۱۳۴)